سُنّت

قرآن کی روشنی میں

تحریر: محمد سعید الرحمٰن علویؒ

لغت میں سنّت نام ہے طریقہ، منہج، سیرت اور راستہ کا۔ لسان العرب میں مادہ ''سنن'' کے ذیل میں بڑی تفصیل دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ابن درید (م ۳۲۱ھ) نے اپنی کتاب ''الجمهرة'' (ص ۹۵) میں، اسماعیل بن حماد الجوہری (م ۳۹۳ھ) نے ''الصحاح'' (ص ۵۔ ۲۱۳۹) میں، ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا (م ۳۹۵ھ) نے ''معجم مقاییس اللغۃ'' (ص ۳۔ ۶۱) میں، امام راغب اصفہانی (م ۵۰۶ھ) نے ''المفردات'' (ص ۲۴۵) میں، امام زمخشری (م ۵۳۸ھ) نے ''الاساس'' (ص ۲۲۱) میں، مجد الدین ابوالسعادات (م ۶۰۶ھ) نے ''النہایہ'' (ص ۲۔ ۲۰۱) میں، محمد مرتضٰی الزبیدی حنفی (م ۱۲۰۵ھ) نے ''تاج العروس'' (ص ۹۔ ۲۴۶) میں جو تفصیلات دی ہیں ان سے وہی واضح ہوتا ہے جس کا ذکر ہم نے ابتدا میں کیا۔ زبیدی سمیت سب یہی کہتے ہیں:

السنة السيرة حسنة كانت او قبيحة (حوالہ مذکورہ بالا)

اور اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے فاضل مقالہ نگار بھی یہی کہتے ہیں:

''اصلاً اچھا طریقہ اور برا طریقہ۔'' (ج ۱۱، ص ۳۹۲، مطبوعہ ۱۹۷۵)

دلیل کے طور پر نبی مکرم، خاتم النبیین والمعصومین محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ کے اس ارشاد مبارک کو نقل کیا جس میں ہے:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً ...... وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً

سَیِّئَۃً...... (صحیح مسلم' کتاب العلم)

اصطلاح میں جب ہم سنّت کے معنی و مفہوم پر نظر ڈالتے ہیں تو یہاں علماء' محدثین' ائمہ مجتہدین اور فقہاءِ اُمت اس کے معنی میں اختلاف کرتے نظر آتے ہیں' لیکن یہ اختلاف محض تفصیلات کا ہے' حقیقت بنیادی طور پر ایک ہی ہے۔ عصرِ حاضر کے ایک فاضل کے بقول:

''حضراتِ محدثین حضور اکرم ﷺ کی ذات کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہیں' کیونکہ آپ مقتدیٰ اور ہادی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اُسوہ کو نشانِ راہ قرار دیا ہے' اس لئے حضراتِ محدثین آپؐ کی سیرت' اخلاق اور شمائل سب ہی کو اس میں شامل کرتے ہیں اور آپؐ کے اقوال' افعال اور اخبار سب ہی کا اعتبار کرتے ہیں' قطع نظر اس کے کہ اس سے کوئی حکم شرعی ثابت ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔ علماءِ اصول اس حوالہ سے بحث کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات شریعت کے لئے مبیّن ہے۔ فقہاء کے نزدیک آپ ﷺ کے افعال حکم شریعت پر دلالت کرتے ہیں۔'' (السنة ومكانتها فى ضوء القرآن' ص ١٩٦)

گویا مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے:

كل ما اثر عن النبى صلى الله عليه وسلم من قول او فعل او تقرير او صفة خلقية او سيرة سواء كان ذلك قبل البعثة ام بعدها ' والسنة بهٰذا المعنى مرادفة للحديث النبوى

(السنة قبل التدوين' ص ٦ لمحمد عجاج الخطيب)

الشاطبی (م ۷۹۰ھ) جیسے صاحب نظر عالم کے بقول:

''سنّت کے تین معنی ہیں: سنّت بمقابلہ بدعت' سنّت بمعنی اقوال و افعال رسولؐ اور سنّت سے مراد وہ احکام ہیں جن پر صحابہ کرام علیہم رضوان کا عمل رہا ہو' چاہے ان کا ذکر کتاب و سنّت میں ہو یا نہ ہو' اس لئے کہ یہ بھی دراصل کسی سنّت کی متابعت ہے جو ان کے نزدیک ثابت ہے''۔ (بحوالہ دائرۃ المعارف' ج ۱۱' ص ۳۹۷)

لفظ ''سنّت'' قرآن عزیز میں ۱۶ مقامات پر آیا ہے۔ ان ۱۶ مقامات پر اس کے تین معانی ہیں: سُنَّۃُ اللّٰہِ ـــــ سُنَّۃُ الرُّسُلِ ـــــ سُنَّۃُ الْاَوَّلِیْنَ.

"سُنَّۃُ اللّٰہِ" سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ عادت مستمرہ ہے جو اس کی طرف سے اس کے بندوں کے حق میں جاری ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ ۹ مقامات پر آیا ہے: الاسراء: ۷۷' الاحزاب: ۳۸ تا ۶۲' فاطر: ۴۳' المؤمن: ۸۵' یونس: ۹۰' ۹۱' الفتح: ۲۳ (دوبار)

"سُنَّۃ الرُّسُل" کے حوالہ سے ایک ہی بار الاسراء کی آیت ۷۷ میں یہ لفظ آیا ہے جس کا اہل علم یہ مفہوم بیان کرتے ہیں:

ای مجموعۃ اقوالھم و افعالھم و اخلاقھم و اعمالھم التی تُسمی السنۃ والاحادیث (السنّۃ فی ضوءِ القرآن' ص ۱۹۰)

چھ مقامات پر یہ لفظ "سُنَّۃُ الْاَوَّلِیْنَ" کے حوالہ سے آیا ہے۔ اس ضمن میں اچھے اور برے دونوں ہی قسم کے لوگوں کا حوالہ ہے۔ یہ مقامات مندرجہ ذیل ہیں: آلِ عمران: ۱۳۷' النساء: ۲۶' الانفال: ۳۸' الحجر: ۱۳' الکہف: ۵۵' فاطر: ۴۲ تا ۴۴۔

ان تمام آیات میں بغیر کسی اضافت کے یہ لفظ لغوی معنی "السّبیل والطّریق" کے معنی میں آیا ہے' لیکن جب اضافت ہو جائے تو حسب حال "سُنَّۃُ اللّٰہِ" "سُنَّۃ الرُّسُل" اور "سُنَنُ مِنْ قَبْلِنَا" مراد ہوگا۔ جب یہ لفظ تعلیماتِ اسلامیہ کے ضمن میں مطلق بولا جائے گا تو اس سے سُنَّۃُ الرَّسُوْل صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوگا' جیسے "الکتاب" کا لفظ مطلق بولا جائے تو مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب ہوتی ہے۔

فلہٰذا اصطلاحِ شریعت میں مطلقاً سنّت کا معنی "سُنَّۃ الرَّسُول وَاَحَادِیْثُہ" ہوگا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سنّت و حدیث کے معاملہ میں ناپسندیدگی کا شکار ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کریم پورے دین' اس کے احکامات' لوازمات اور ضروریات پر مشتمل ہے' اس لئے اس کے ہوتے ہوئے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں ـــــ بدنصیبی یہ ہے کہ یہ حضرات اپنے اس موقف و دعویٰ کے لئے دلیل کے طور پر قرآن مجید کی دو آیات پیش کرتے ہیں ـــــ گویا وہ کتاب مقدس جو پیغمبرِ اسلام و مسلمین ﷺ کے حقوق پر سب سے بڑھ کر زور دیتی ہے' ان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیتی ہے (النساء: ۸۰) اس کی آڑ میں نبی اُمّی ﷺ کے حق کا

انکار کیا جاتا ہے ـــــ فیاحسرتا

وہ دو آیات جو کم سواد اور کور باطن حضرات پیش کرتے ہیں' ان میں سے ایک تو سورۃ الانعام کی آیت ۳۸ ہے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾

''ہم نے اس کتاب (قرآن مجید) میں کچھ نہ اٹھا رکھا''۔

دوسری سورۃ النحل کی آیت ۸۹ ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾

''ہم نے آپؐ پر یہ قرآن اتارا جو ہر چیز کا روشن بیان ہے''۔

پہلی آیت (الانعام: ۳۸) میں ''الکتاب'' سے مراد قرآن عزیز ہے ہی نہیں' اس سے مراد ''لوح محفوظ'' ہے۔ یہ بڑی زیادتی ہے کہ من مانے معانی کے لئے ایسی حرکات کی جائیں۔ ایسے لوگ نہیں جانتے کہ اس کا انجام کیا ہے؟ سب سے پہلے تو اس کا پورا متن اور ترجمہ دیکھ لیا جائے:

> ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ﴾
>
> ''اور (دیکھو) زمین میں چلنے والا کوئی حیوان اور ہوا میں پروں سے اڑنے والا کوئی پرند ایسا نہیں جو تمہاری ہی طرح امتیں نہ رکھتا ہو (یعنی تمہاری طرح ان میں سے ہر گروہ اپنی اپنی معیشت اور اپنا اپنا سر و سامانِ کار نہ رکھتا ہو) ہم نے نوشتے میں کوئی بات بھی فروگزاشت نہیں کی (یعنی کائنات کی ہر مخلوق کے لئے جو کچھ ہونا چاہئے تھا وہ سب کچھ اس کے لئے لکھ دیا' کسی مخلوق کے لئے بھی فروگزاشت نہیں ہوئی) پھر سب (بالآخر) اپنے پروردگار کے حضور جمع کئے جائیں گے (کہ آخری مرجع وہی ہے)''۔ (ترجمان القرآن لابی الکلام' ج ۲' ص ۷۱۔۷۱۶' ساہیہ اکیڈمی' دہلی ۱۹۸۰ء)

پوری آیت کا ترجمہ و مفہوم ملاحظہ کرنے کے بعد وہی شخص اس سے قرآن مراد لے سکتا ہے جو قصداً اندھا بہرا بنتا ہے یا جسے ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے کوئی

مخفی عناد ہے۔۔۔۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا)

القرطبی "فی الکتاب" کا سیدھا سادا مفہوم لکھتے ہیں:

ای فی اللوح المحفوظ فانه اثبت فيه ما يقع من الحوادث

(ج٦' ص ٤٢٠' بیروت ١٩٦٥ء)

دوسری آیت (النحل: ٨٩) کا متن اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾

''اور وہ (آنے والا) دن جب ہم ہر ایک اُمت میں ایک گواہ (یعنی پیغمبر) اٹھا کھڑا کریں گے جو انہی میں سے ہوگا (اور جو بتلائے گا کہ کس طرح اس نے پیامِ حق پہنچایا اور کس طرح لوگوں نے اس کا جواب دیا) اور (اے پیغمبر!) تجھے ان لوگوں کے لئے (جو آج تجھے جھٹلا رہے ہیں) گواہ بنائیں گے (یہی بات ہے کہ) ہم نے تجھ پر ''الکتاب'' نازل کی (دین کی) تمام باتیں بیان کرنے کے لئے اور اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے رہنمائی ہو اور رحمت اور خوشخبری''۔ (ترجمان القرآن' ج۲' ص۱۶_۲۱۵)

القرطبی نے مشہور مفسر جناب مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ارشاد فرمایا:

تبيانا للحلال والحرام (ج١٠' ص ١٦٤)

اور یہ بات بہت ہی واضح اور دل لگتی ہے کہ اصولی حوالہ سے قرآن میں سب کچھ ہے۔ چنانچہ عصر حاضر کے ایک فاضل فرماتے ہیں:

ان القران الكريم يحتوى على اصول الدين وقواعد الاحكام الاساسية (السنة فى ضوء القرآن' ص ١٩٩)

اور جناب دکتور صالح احمد رضا نے انہی دو آیات کو نقل کر کے اور منکرین سنّت کا استدلال ذکر کر کے اور طرح سے جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

فيجاب عن ذلك بما سبق بيا نه بانّ القرآن الكريم الذى بيّن كل

شی ء اوضح ان السنة حجة یجب اتباعها فی کثیر من الآیات

(خطیرۃ ظاھرۃ فی رخص السّنۃ النبویۃ فی المجتمع الاسلامی' ص ۲۷' دمشق ۱۹۸۱ء)

فاضل دکتور نے واضح کر دیا کہ جس قرآن کو آپ ﴿تِبیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ﴾ مانتے ہیں' وہ ایک جگہ نہیں' بار بار اتباعِ رسولؐ کا حکم دیتا ہے' تو پھر آپ کا انکار چہ معنی دارد؟ اس طرح تو آپ قرآن کریم ہی کا انکار کر رہے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں اپنے دام میں صیاد کا آ پھنسنا ــــــ اور مولانا احمد علی لاہوری کے بقول یہ ایسے ہی لوگوں کا حال ہوتا ہے جو عقل کے پیچھے لٹھ لے کر پڑ جاتے ہیں۔ قرآن ہی تو سب سے بڑھ کر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ میں جس پر نازل ہوا اس کی زندگی اور حیات مبارکہ کو سامنے رکھو' اسی لئے مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

> "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے وہ نقوشِ قدم جن کی پیروی اور اطاعت کا قرآن نے حکم دیا ہے اور آنحضرت کے وہ ارشادات و اعمال جن کے نتیجہ میں دنیائے انسانیت میں ایک مثالی معاشرہ قائم ہوا' فن کی اصطلاح میں سنّت کہلاتا ہے"۔ (مطالعۂ حدیث' ص ۱۵' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء)

بہر طور سنّت پیغمبر اسلام و نبی معصوم ﷺ کے نقوش ہائے زندگی کا نام ہے ــــــ اور ساتھ ہی نبی محترم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے تربیت یافتہ' نجومِ ہدایت صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ارشادات وافعال بھی اسی ضمن میں آتے ہیں۔ حضرت الامام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ "باب لُزوم السنّة" میں حدیث نقل فرماتے ہیں:

((عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ......))

یہ ارشاد تو محض خلفاء راشدین کے نقوش ہائے قدم کی پیروی و اتباع کے لئے ہے۔ لیکن امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الایمان میں ایک موقع پر فرمانِ رسالت نقل کیا ہے' جس کا مفہوم یہ ہے:

> "اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی کسی اُمت میں بھیجا اس کی اُمت میں اس کے کچھ مقرب ساتھی اور صحبت یافتہ افراد ایسے ہوئے جو اُس کے طریقِ کار پر کاربند رہے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے رہے' پھر ان کے بعد ایسے اخلاف آتے

رہے جو زبان سے وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں اور کرتے وہ ہیں جن کا ان کو حکم نہیں دیا جاتا''۔

یہ حدیثِ مبارکہ بھی صحابہٴ کرام ﷺ کے ارشادات کی پیروی کا ہی مُنہ بولتا ثبوت ہے اوران حضرات کی دلیل ہے جو''سُنَّۃُ الرَّسُوْلِ''کے ساتھ ساتھ''سُنَّۃُ الصَّحَابَۃ''کی پیروی کے قائل ہیں اور ہدایت یافتہ گروہ کے لئے ارشاد''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ''بھی اسی کی دلیل ہے۔

دکتور صالح احمد رضا نے منکرین سنّت کو ایک اصولی جواب دیا کہ جس قرآن کو تم ہر چیز کے لئے مُبَیِّن و بیان قرار دیتے ہو وہی قرآن سب سے بڑھ کر سنّت کی حجیت اور اس کے اتباع کا حکم دیتا ہے۔لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یار لوگ قرآن کی آڑ میں کس طرح سنّتِ رسول کا خون کرتے اور اس کی حجیت کا انکار کرتے ہیں ۔یہ لوگ تاریخ کے ہر دَور میں اِکا دُکا موجود تھے'لیکن مسلمان قوم کے سیاسی زوال کے دَور میں شیطان کی ذریّت نے ﴿لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ ﴾ (الاعراف:۱۷) کے شیطانی دعویٰ کو جس طرح عملاً پروان چڑھایا وہ ایک بڑی ہی اندوہناک داستان ہے۔

غریب مولوی جو غرباء کے چندہ سے مسجد کی چٹائی پر بیٹھ کر دینِ اسلام کے ورثہ کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل تھا' اس کے زور کو توڑنا بدیسی حکمرانوں کا سب سے بڑا مقصد تھا' کیونکہ یہی مولوی آزادی وحریت کی تحریکوں کا علمبردار تھا' یہی مولوی قدیم علمی ودینی ورثہ کا محافظ تھا' اس کے برعکس انگریز بہادر کو آزادی کی تحریکوں سے چڑ تھی کہ ان کی کامیابی انگریز کے اقتدار کے خاتمہ کا اعلان تھا۔اسے جہاد سے چڑ تھی' اس لئے اس نے جھوٹی نبوت کے مدعیوں سے جہاد کی منسوخی کا اعلان کرایا' اسے سنّتِ رسول سے عِناد تھا کہ یہی چیز ملت کی وحدت کی بنیاد تھی۔اس بنیاد کو ڈھانے کے لئے اس نے بِدعات کو رواج دیا اور ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی۔جہاد کی نت نئی تعبیرات' تعلیم کا نیا سسٹم' جس کا مقصد کلرک پیدا کرنا تھا' اس نے رواج دیا اور دینِ

اسلام کے پورے سسٹم کے محافظ مولوی کو نیچا دکھانے کی تدبیر کی۔ بدیسی حکمرانوں نے منکرین ختمِ نبوت و جہاد کی طرح منکرینِ سنّت کی بھی سرپرستی کی اور مرکزی حکومت کے سیکرٹیریٹ کے ایک اعلیٰ عہدیدار کو خاص اس مشن پر لگایا جس نے مُلّا کو گالی دینے کی آڑ میں ''قرآن کے کافی ہونے'' کا نعرہ لگا کر سنّت کی بیخ کنی کی بھرپور کوشش کی۔ وہی شخص پھر ہماری آزادی کے بعد ہمارے مقتدر طبقہ کا دینی و مذہبی مشیر رہا' اس کی آراء و مشورہ سے یہاں دین دشمنی کے بھرپور مظاہرے ہوئے اور اس طرح یہ طبقہ ملک میں منظّم ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ جب ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ط وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ (البقرۃ:۷) کی پوزیشن ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کی جاسکتی ہے کہ وہ سمیع و بصیر اب ایسے لوگوں کے قلب و نظر کے پردے اٹھا دے' ورنہ قرآن میں اس حوالہ سے بہت کچھ ہے' لیکن ستم یہ ہے کہ قرآن کے نام پر اس کا انکار ہے ——اللہ ربّ العزت نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے لئے واضح طور پر ارشاد فرما دیا کہ:

''ان کا بولنا بھی اپنا نہیں' وہ وحی ہی ہے جو پیغمبر اسلام کو بلواتی ہے''۔ (النجم:۳'۴)

گویا ؎ گفتہ او گفتہ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

والی کیفیت ہے۔

اور ''سورۃ القیامہ'' کی آیات پر غور کریں۔ جب وحی آنے پر امام خاتم و معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلدی جلدی تلاوت فرماتے کہ مبادا کوئی حرف رہ جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۞ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۞ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۞ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۞﴾ (القیمۃ:۱۶-۱۹)

''آپ (وحی کے ختم ہونے سے پہلے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تا کہ آپ اسے جلدی جلدی لیں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم اس کی قراءت کر چکیں تو اس کی قراءت کا اتباع کیجئے۔ پھر بے شک اس کا کھول کر بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے''۔

اس میں آخری آیت ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۞﴾ کیا ہے! اس کی وضاحت' تفصیلات

سب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور قلب محمد ﷺ میں تفصیلات من جانب اللہ آتی ہیں' پھر آپ انہیں مخلوق تک پہنچاتے ہیں۔ اس پر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس بدنصیب کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

آگے چلیں ــــ سورۃ النحل کی دو آیات ۴۳' ۴۴ ملاحظہ کیجئے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ۝﴾

''ہم نے آپ سے پہلے بھی انسان ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے۔ پس اگر تمہیں معلوم نہیں تو اہلِ علم سے پوچھ لو۔ ہم نے انہیں (رسولوں کو) معجزات اور کتابیں دے کر بھیجا تھا اور ہم نے آپؐ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے واضح کر دیں جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ سوچ لیں''۔

قرآن جو نازل ہوا اور جس کی تبیین کی ذمہ داری محمد کریم ﷺ پر ڈالی جا رہی ہے وہ کیا ہے؟ محض تلاوت اور آیاتِ الٰہی سے اُمّت کو واقف کرانا ہے؟ بالکل نہیں' اس ٹکڑے کا یہ مفہوم قطعاً نہیں' اس مفہوم کے لئے ''یَتْلُوْ'' کا لفظ موجود ہے جو کئی جگہ آیا ہے۔ یہاں ﴿لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ کے الفاظ ہیں اور عربی زبان سے برائے نام مناسبت رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ ''تلاوت'' اور ''تبیین'' میں یقیناً فرق ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی جو تلاوت و تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت کی ذمہ دار ہے وہی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اس قرآن میں ''تبیین'' کی بھی ذمہ دار قرار دی جا رہی ہے۔ نہ ماننے کا علاج نہیں۔ النساء کی آیت ۵۹ میں نزاع و تنازع کے وقت مسلمانوں کو حکم ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ......﴾

اور یہ ان کو حکم ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اس کا مفہوم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹاؤ؟ صحیح ہے' قرآن مجید موجود ہے' وہ

رہنمائی فرمائے گا' تاہم ''اِلَی الرَّسُوْلِ'' کا مفہوم کیا ہوگا؟

پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی جب دنیا میں تھی' براہِ راست لوگ سوال کرتے' مسائل کا حل چاہتے' استفادہ کرتے' تو ظاہر ہے کہ اُس وقت پیغمبرِ انسانیت قرآن کے علاوہ بھی بہت کچھ بتلاتے۔ وہی سنّت ہے اور اب ''اِلَی الرَّسُوْلِ'' کا مفہوم اسی سنّت کی طرف رجوع ہے۔ ایک خادم دین کے بقول:

''اختلاف رائے کی شکل میں مسلک کتاب و سنّت جس کی تائید کرے بس اس کو مان لو''۔ (مولانا احمد علی' ص ۱۳۷)

قرآن عزیز سورۃ النور میں دو کردار پیش کرتا ہے:

ل) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف فیصلہ کے لئے بلانے پر اعراض کرنے والا گروہ۔ (آیت ۴۸)

ب) فیصلہ کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلانے پر سمع و طاعت کے جذبہ سے آنے والا گروہ۔ (آیت ۵۱)

ان دونوں کرداروں سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو فیصلہ دیا ''القرآن کافٍ لنا'' کے مدعی اسی کو دیکھ لیں اور پھر فیصلہ کریں کہ وہ کس مقام پر کھڑے ہیں؟ آیت ۴۷ میں فرمایا گیا:

''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کا رویہ اختیار کیا' پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ نے روگردانی کی۔ اور یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں''۔

انہی کو اعراض کرنے والا گروہ بتلایا اور ان کے قلب کے روگ اور بیماری کی نشاندہی کی ـــــ (آیت ۵۰) اور سمع و طاعت کے جذبہ سے لپک کر آنے والوں کو اَلْمُفْلِحُوْنَ اور اَلْفَائِزُوْنَ ارشاد فرمایا۔ تو کیا یہ تفصیلات بھی تیرہ چشموں کے لئے کافی نہیں؟

اس کائنات کا خالق اس پر بس نہیں کرتا' وہ اپنی ربوبیت کی قسم کھاتا ہے' لیکن محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اضافت سے ـــــ فَلَا وَرَبِّکَ ـــــ اور پھر کہتا ہے کہ نام

نہاد مدعیانِ نبوت محض جھوٹے ہیں——اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان جب معتبر ہوگا کہ اپنے نزاعات اور جھگڑوں میں آپؐ کو منصف مان کر پوری خوشی اور رضا ورغبت سے آپؐ کے فیصلوں کو مان لیں (النساء:٦٥)——تو سوال یہ ہے کہ وہ فیصلے کہاں ہیں؟ قرآن کتابِ الٰہی ہے——اس کی بتمام وکمال تبلیغ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے کی——ایسا نہیں ہوا کہ کسی خاص عزیز کو مکمل قرآن دے کر چھپانے کی تاکید کر دی اور کٹا پھٹا قرآن لوگوں کو تھما دیا اور مکمل قرآن سے دنیا اب تک محروم ہے۔لیکن زندگی کے مسائل سے متعلق جملہ فیصلے کیا بتمام وکمال قرآن میں موجود ہیں؟اصولی ہدایات بلاشبہ ہیں'لیکن تفصیلات کہاں ہیں؟ وہ تفصیلات ہی ہیں جنہیں سنّت وحدیث کا نام دیا جاتا ہے اور ان سے رہنمائی کے بغیر کچھ نہیں بن پاتا۔جو اس کے مدعی ہیں،وہ عملی زندگی کا مکمل نقشہ اپنے دعویٰ کے مطابق پیش کر کے دکھائیں' جیسا کہ فرمایا گیا: ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ۞﴾ اسی پر بس نہیں'اللہ تعالیٰ تو ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ اسی قرآن میں فرما رہے ہیں جو گویا اعلان ہے کہ منشائے ربانی کے معلوم کرنے کا ذریعہ رسالت مآب ﷺ ہی کی ذات ہے'ورنہ تو اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والی بات ہے۔قرآنِ عزیز کے وہ ارشادات جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ ''ایمان بالرّسول'' اور اتباع واطاعت رسول کا حکم ہے ان کا احاطہ ممکن نہیں۔چند حوالہ جات ملاحظہ کیجئے:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ﴾ (آل عمران:١٧٩)

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ......﴾ (النساء:١٣٦)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ﴾ (النساء:١٧٠)

اسی سے متصل:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ﴾ (النساء:١٧١)

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ......﴾ (الاعراف ١٥٨)

سورۂ آلِ عمران کی آیت ۳۲ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے حکم کے بعد ارشاد ہے:

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾

حافظ ابنِ کثیر کے بقول:

فدلَّ على انَّ مخالفة في الطريقة كفرٌ (ج ۱' ص ۳۵۸)

سورۃ النساء کی آیت ۵۹ کے ضمن میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كان فتاويه صلى الله عليه وسلم جوامع الاحكام' ومشتملة على فعل الخطاب وهي في وجوب اتباعها وتحكيمها والتحاكم اليها ثانية الكتاب' وليس لاحد من المسلمين العدول عنها ما وجد اليها سبيلا' وقد امر الله عباده بالرد اليها حيث يقول: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ......﴾ (اعلام الموقعين' ج ۱' ص ۱۲)

اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی مفصل روشنی ڈالی کہ ''اطاعت رسول مستقلاً واجب ولازم ہے''۔

امر تعالى بطاعته وطاعة رسوله واعاد الفعل اعلاما بان طاعة الرسول تجب استقلالا من غير عرض ما امر به على الكتاب بل اذا امر وجبت طاعته مطلقا سواء كان ما امر به في الكتاب اولم يكن فيه...... الخ (اعلام: ۱۔۴۸)

اللہ تعالیٰ کے رسول کے بول وحیٔ الٰہی ہوتے ہیں ـــــ النجم آیت ۳'۴ کے حوالہ سے گزرا ـــــ ساتھ ہی الحاقۃ کی آیات ۴۴ تا ۴۶ دیکھیں:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۞ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۞ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۞﴾

''اور اگر وہ کوئی بناوٹی بات ہمارے ذمہ لگاتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے' پھر ہم اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے''۔

اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین اور شہنشاہ حقیقی ہیں ان کا شاہی ارشاد لب ولہجہ سے عیاں ہے۔ جو لوگ رسول اکرم ﷺ کو شاعر و کاہن کہہ کر قرآن کو آپ کے کھاتہ میں

ڈالتے' نہ صرف ان پر شدید ردّ ہے' بلکہ وہ اَن گنت حقائق و معارف جو قرآن میں نہیں' لیکن پیغمبرِ اسلام و معصوم نے من جانب اللہ ارشاد فرمائے ان کی حقانیت کا بھی ثبوت' کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف غلط نسبت ہوتی تو انجام معلوم!

سورۃ النور کی آیت ۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا امر کے صیغہ سے ذکر کیا ہے: اقامتِ صلوٰۃ' ایتاء زکوٰۃ' اطاعتِ رسولؐ اور ان کا نتیجہ رحم بتلایا' بایں الفاظ: ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

محدث عصر مولانا محمد یوسف بنوری کے بقول یہاں یہی نکتہ ہے کہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کی طرح اطاعتِ رسول بھی فرض ہے۔ الغرض اسی حوالہ سے صرف قرآنی آیات کا احاطہ بھی ممکن نہیں اور ان کا ترجمہ' مفہوم' تفصیلات' پھر اس ضمن میں وارد ہونے والی احادیث اور ان کی تشریحات کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ سمع و طاعت کے جذبہ سے سرشار خوش قسمتوں کے لئے ایک نکتہ بھی کافی ہے' لیکن کور باطنوں کے لئے سارا دفتر محض بے کار اس لئے اس دعا پر اکتفا کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں:

اللّٰھمّ ارْزُقْنا متابعة نبيك وحبيبك ونجيك وصفيك ۔ وتوفنا عليها والحقنا بالصالحين الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اللّٰھمّ آمِيْن وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ آمِيْنًا

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی دستاویز

ڈاکٹر اسرار احمد کی مقبول عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص: 20 روپے اشاعت عام: 10 روپے